OPEN ACCESS
Hazara Islamicus
ISSN (Online): 2410-8065
ISSN (Print): 2305-3283
www.hazaraislamicus.com

Hazara Islamicus, Vol.:12, Issue: 01, Jan-June 2023
PP: 13-28

عورت اور مرد کے درمیان مساوی امور اور قوامیتِ مرد: قرآنِ مجید کے تناظر میں تحقیقی مطالعہ

Relation of Equality Between Female & Male and Guardianship of Man: A Quranic Perspective

Dr. Hafiz Muhammad Arshad Iqbal
Assistant Professor, Department of Quran & Tafseer, AIOU, Islamabad

Abstract

With the commencement of Islam, trends of ignorance were demolished and women along with men were granted their due rights considering their different places and relations. According to the Holy Quran, women in many aspects are declared equal to men as there are differences mentioned in this regard; for they both are different in nature and instinct so the difference between them is not illogical rather it is logical and according to the nature. The recent study is an endure to find out the aspects of equality between women and men shedding light on qawwamiyyat(guardianship) of man. Six points of equality between male and female are discussed. These six points between these two genders are humanity, equality in rights and obligation, equality in ownership and earning, equality in responsibility and equality in limits(punishment), equality in Li'aan process. As far as the different point between them is concerned, that is the guardianship and responsibility to provide all the requirements and needs for women.

Key Words *Women and Men, the Holy Quran, equality, difference, guardianship.*

قرآن مجید نے اپنے نزول سے پہلے عورت کے تعلق سے ان رسوم و تقالید کو رد کیا جن میں عورت کی تحقیر کی جاتی، اس کے حقوق کو پامال کیا جاتا اور اس کے احترام کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کو ماں، بہن، بیٹی، بیوی وغیرہ ہر حیثیت سے اس کے حقوق بیان کیے اور نبی ﷺ نے خود اپنی سیرت طیبہ سے اسے یہ حقوق عطا کر کے اس کا عملی مظاہرہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ عورت کی شخصیت کے بہت سے پہلو ایسے ہیں جو مرد کی شخصیت کے مساوی ہیں چنانچہ قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے مردوں کے مساوی ہونے کے ان پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کو بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں عورت کو جن امور میں مرد کے مساوی قرار دیا گیا وہ یہ ہیں:

۱۔ پیدائش اور وحدتِ انسانی میں مساوات

CC BY

قرآن مجید میں عورت کو پیدائش میں مرد کے برابر قرار دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو ایک جان سے پیدا کیا۔ اس اعتبار سے مرد اگر معاشرے کا ایک نصف ہے تو عورت اس کا دوسرا نصف ہے اور معاشرے کے وجود، نشوونما اور بقا کے لیے دونوں مرکزی حیثیت کے حامل ہیں۔ اور اصل پیدائش میں مرد اور عورت دونوں ایک جیسے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا۔۔۔﴾[1] (اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اُسی سے اس کی بیوی بنائی، تاکہ وہ اُس کے پاس آکر تسکین حاصل کرے)۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيرًا وَنِسَاء وَ اتَّقُواْ اللّهَ الَّذِي تَسَاءلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾[2]

(اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں (دنیا میں) پھیلا دیئے)۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جو تمہیں عدم سے وجود میں لایا، تمہاری پرورش کی اور یاد رکھو اسی نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور تمہیں ایسی جنس بنایا جس کے مصالح ایک دوسرے کے تعاون اور حقوق کے تحفظ پر قائم ہیں[3]۔ جمہور مفسرین کے ہاں آیت میں مذکور "نفس واحدۃ" سے مراد آدم علیہ السلام ہیں۔ یہ معنیٰ انہوں نے نصِ آیت سے لیا ہے بلکہ انہوں نے یہ بھی قرار دیا کہ وہ آدم ابوالبشر ہیں[4]۔

قفال نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر ایک کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس جان سے اس کا جوڑا بنایا جو کہ ایک انسان ہے جو انسانیت میں اس کے مساوی ہے[5]۔

اور اللہ تعالیٰ کے فرمان: (اور اس نے اس ایک جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا) کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ایک جان یعنی آدم علیہ السلام سے اسی کا جوڑا حوا علیہا السلام کو پیدا کیا۔ اور فرمانِ باری تعالیٰ "اور اس نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے یعنی آدم و حوا علیہا السلام جنسِ انسانی کی دونوں اقسام مذکر و مؤنث کو پھیلا دیا۔ پھر ان دونوں سے نسل کو تشکیل دے کر بشریت کے سلسلوں کو مرد و عورت سے بنایا[6]۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عورت، مرد سے ہی پیدا کی گئی ہے نہ کہ کسی دوسری چیز سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾[7] (اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہی میں سے تمہارے لیے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان سے سکون پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحم دلی پیدا کی بے شک اس میں سوچ رکھنے والی قوم کے لیے نشانیاں ہیں)۔ اس آیت کے مطابق ایسی علامات ہیں جو اس کی قدرت پر دال ہیں کہ اس نے نفسِ آدم علیہ السلام سے ان کی بیوی کو تسکین پانے کی غرض سے پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حواء علیہا السلام کو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا یعنی جنسِ آدم سے پیدا کیا نہ کہ کسی اور جنس سے[8]۔

پیدائش آدم و حواء کے بعد اللہ تعالیٰ نے بہت سی عورتیں اور مرد پھیلا دیئے جن سے متعدد قبائل اور خاندان وجود میں آئے۔ دونوں جنسیں (مرد و عورت) ایک ہی اصل اور اساس کی طرف لوٹتی ہیں اور وہ ہے کامل وحدتِ انسانی۔ مرد و زن سب کے سب آپس میں تعلق کی بناء پر بڑھتے گئے اور ان کی طبیعتوں، رنگوں، شہروں اور رنگوں اور زبانوں میں تنوع آتا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ

کا فرمان ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ﴾[9] (اے لوگو بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم سے خاندان اور قبائل بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو)۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمہیں آدم و حواء سے پیدا کیا پھر تمہارے مختلف خاندان اور متعدد قبائل بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان کر باہم تعاون کرو نہ کہ تم ایک دوسرے کے نسب پر فخر کرو۔ امام مجاہدؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "تاکہ انسان اپنا نسب پہچانے اور اسے فلاں ابن فلاں کا تعلق فلاں قبیلہ سے ہے"[10]۔

مراد یہ ہے کہ تمام انسان ایک نسب سے تعلق کی بناء پر برابر ہیں، سب کا باپ ایک اور ماں ایک ہے اس لیے ان کا نسب کی بنیاد پر ایک دوسرے پر فخر کرنا کسی طرح بھی روا نہیں کیونکہ سب کے سب برابر ہیں[11]۔

۲۔ حقوق وفرائض میں مساوات

حقوق و واجبات میں مرد و زن میں مساوات پائی جاتی ہے جیسے مردوں کے حقوق و فرائض متعین کیے گئے ہیں اسی طرح عورتوں کے بھی حقوق و فرائض دیئے گئے ہیں۔ عورت کو مرد کی قوامیت اور ایک درجہ فضیلت کے ساتھ ساتھ حقوق دیئے گئے ہیں۔ اور یہ ایسی قوامیت ہے جو ظلم و ناانصافی پر مبنی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۖ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾[12]

(اور دستور کے مطابق ان کا ویسا ہی حق ہے جیسا ان پر ہے، اور مردوں کو ان پر فضیلت دی گئی ہے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے)۔ امام طبریؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت میں سے ہر ایک کے لیے دوسرے پر حق رکھا ہے[13]۔"

۳۔ حق ملکیت اور کسب میں مساوات

قرآن مجید نے مردوں اور عورتوں کو ملکیت اور کمائی کے حق میں بھی مساوی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِّلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ﴾[14]

مردوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے، اور عورتوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے

اس آیت کے بموجب قرآن مجید نے ملکیت اور کمائی کا حق عورت کے لیے مقرر کیا ہے اور اسے اس کے لیے بنیادی حق قرار دیا ہے جیسا کہ وہ مرد کا حق ہے۔ قرآن مجید کے ایک مستقل جملہ میں عورت کے حق کو بیان کیا جانا اس کی اہمیت کو مزید واضح کرتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ نہیں کہا گیا کہ للرجال والنساء نصیب مما اکتسبوا" بلکہ ایک الگ جملہ سے عورت کے حقِ ملکیت و اکتساب کو بیان کیا گیا جس سے اس امر کی بھی توضیح ہوتی ہے کہ عورت اپنے حقوق کو لینے میں آزاد ہے اور اس سلسلہ میں وہ مکمل طور پر مرد کے برابر ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام طبریؒ کے کلام کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کے لیے ایک حصہ فرض کیا ہے اور مختلف طریقوں یعنی غنیمت، وراثت، تجارت وغیرہ دیگر شرعی طریقوں سے مال کا حصول ان کا شرعی حق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے مال میں ایک حصہ مختلف طریقوں یعنی مہر، نفقہ، وراثت اور دیگر طریقوں سے مقرر کیا ہے[15]۔ اس طرح قرآن مجید نے عورت کو حقِ ملکیت اور کمائی کے حق کو تمام انسان کی تکریم کے عام نظریہ کے ساتھ عطا کیا ہے۔ اور اسی بناء پر مرد

اور عورت کے درمیان برابری قرآن کی نظر میں عمومی اصول ہے[16]۔

۴۔ ذمہ داری میں مساوات

قرآن مجید میں مرد اور عورت کو ذمہ داری کے معاملہ میں شریک قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا ہے۔ اس لیے ان دونوں کو ان کے اعمال کی جزاء کے معاملہ میں متساوی قرار دیا گیا ہے۔ اگر ان کی طرف سے بھلائی ہے تو وہ بھلائی ہی شمار ہوگی اور اگر برائی ہے تو وہ برائی ہی ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه o وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَه ﴾[17]

(پھر جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہے وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہے وہ اس کو دیکھ لے گا۔) یعنی جو رائی کے دانے کے برابر بھی نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور اسے اس پر ثواب بھی عطا کیا جائے گا۔ اور جو رائی کے دانے برابر برائی کرے گا اسے اسی کی مثل جزا دی جائے گی[18]۔

امام کلبیؒ کے بقول یہ ذرہ چیونٹی سے کم ہے اور ابنِ عباس نے فرمایا جب آپ اپنے کو زمین پر رکھا جائے تو اس دوران جو کچھ بھی آپ کے جسم کو لگے وہ ذرہ (رائی کا دانہ) ہے[19]۔

جہاں تک ذمہ داری کے مستقل ہونے کا تعلق ہے تو عورت اپنے عمل کی خود ذمہ دار ہے اور مرد کو اسی کے عمل کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اس بناء پر نیک عورت کو مرد کا گناہ کسی طور نقصان دہ نہیں ہوگا اور نہ ہی عورت کا گناہ ایک نیک مرد کے لیے نقصان کا باعث ہوگا۔ اسی طرح مرد کا برا عمل عورت کے لیے کسی طرح کے نفع کا باعث نہیں ہوگا اور ایسے ہی عورت کا برا عمل مرد کی نیکیوں کے لیے کسی طرح بھی نفع مند نہیں ہوگا اگرچہ وہ عورت کا قریبی ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت اس کی توضیح کرتی ہے:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ O وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِن فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾[20]

(اللہ کافروں کے لیے ایک مثال بیان کرتا ہے نوح اور لوط کی بیوی کی، وہ ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں پھر ان دونوں نے ان کی خیانت کی سو وہ (نبی) اللہ کے غضب سے بچانے میں ان (بیویوں) کے کچھ بھی کام نہ آئے، اور کہا جائے گا کہ دونوں دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ اور اللہ ایمان داروں کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کرتا ہے، جب اس نے کہا کہ اے میرے رب میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے)۔

ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے دو مثالیں دی ہیں: ا۔ ایک کافرہ عورت کی مثال جو مومن متقی آدمی کی بیوی تھی اور

دوسری نیک مسلمان عورت جو کہ ایک کافر آدمی کے عقد میں تھی۔ تو یہ ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے لیے خبر اور رہنمائی ہے کہ قیامت کے دن کوئی جان کسی جان کے لیے نفع مند نہیں ہو گی اور نہ کوئی حسب و نسب فائدہ دے گا۔ اس وقت جو چیز سب سے اہم ہو گی وہ عملِ صالح ہی ہو گا۔

پہلی مثال میں اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کی زوجہ کی مثال ہے جو ایک نبی کے نکاح میں تھی لیکن اس نے خیانت کی اور اللہ تعالیٰ کا انکار کیا تو اس کے کفر نے لوط علیہ السلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا اور نوح علیہ السلام کی بیوی کی طرح واصلِ جہنم قرار پائی۔ جبکہ دوسری مثال اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی کی مثال دی ہے جو مومنہ اور نیک عورت تھی اور کافر اور ظالم کے نکاح میں تھی لیکن اس نیک عورت کی وجہ سے ایک کافر شخص فرعون کے کسی کام نہ آیا نتیجہ یہ نکلا کہ قیامت کے دن صرف عمل صالح ہی کسی کو فائدہ دے گا[21]۔

شیخ محمود شلتوت اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ قرآن کے مطابق ایک نیک عورت پر ایک شخص کی بغاوت اور کفر نے کوئی اثر نہیں ڈالا اور نہ ہی ایک شخص کے نیک اور متقی ہونے نے ایک کافرہ کو کوئی فائدہ دیا اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے معاملات کے بارے میں مستقل ذمہ دار ہے[22]۔

خاوند کے تعلق سے عورت کے گناہ کے کاموں کا حکم

۱۔ جب کوئی بیوی کسی گناہ کا ارتکاب کرے جبکہ اس کا خاوند اس سے آگاہ ہو لیکن وہ اسے منع نہ کرے تو وہ اس عورت کے گناہ میں شریک ہے کیوں کہ کسی گناہ کے کام کا اقرار اور اس پر خاموشی رضامندی پر دلالت کرتی ہے اور اس پر مؤاخذہ بھی کیا جاتا ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا:

> ”تم میں سے جو برائی کو دیکھے اسے چاہیے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اسے روکے اگر نہیں تو زبان سے اور اگر زبان سے بھی نہیں تو اپنے دل سے (یعنی اسے برا سمجھے) اور یہ کمزور ترین ایمان ہے“۔ تو ایمان کا سب سے کمزور درجہ یہ ہے کہ گناہ اور برائی کو اگر روک نہیں سکتے تو اسے بُرا ہی سمجھا جائے[23]۔

۲۔ اگر بیوی گناہ کا ارتکاب کرے لیکن خاوند کو اس کی خبر نہ ہو تو اس صورت میں خاوند پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہو گا۔ اور تمام وبال عورت پر ہو گا کیونکہ کسی برائی سے آگاہ نہ ہونا اس پر رضامندی اور موافقت پر دلالت نہیں کرتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ تین اشخاص کو مرفوع القلم قرار دیا گیا ہے۔ ایک مجنون جو عقل سے عاری ہو۔ دوسرا بچہ جس کے پاس علم نہیں اور تیسرا سویا ہوا آدمی جو نہ محسوس کرے اور نہ مشاہدہ کرے[24]۔

۳۔ اور اگر عورت معصیت کا کام کرے اور خاوند کے علم میں ہو اور وہ اسے منع بھی کرتا ہو لیکن بیوی اس کی اطاعت نہ کرے تو اس صورت میں بھی گناہ گار صرف عورت ہی ہو گی اور خاوند بمقتضائے حدیث مذکور بالا برائی سے منع کرنے پر اجر کا حق دار ہے۔ اور اس طرح کی زوجہ کے لیے تادیبی کارروائی ناگزیر ہے۔ اس تادیبی کارروائی کا بہتر اور افضل طریقہ وہی ہے جو قرآن مجید نے زوجہ کا اپنے خاوند کی نافرمانی کی صورت میں بیان کیا ہے۔ کیونکہ گناہ نافرمانی کی اعلیٰ صورتوں میں سے ہے اور تادیبی کارروائی کا طریقہ کار بالترتیب پہلے نصیحت پھر رہائش میں علیحدگی پھر ایسی جسمانی سزا ہے جو نہ تو بہت شدید ہو اور نہ ہی اس میں مضروبہ کی تذلیل ہو۔

یہ عورت کی خاص ذمہ داری یعنی اس کی اپنی ذات، گھر اور عبادات سے متعلق ہے جہاں تک عام ذمہ داری کا تعلق ہے تو اس ضمن میں قرآن مجید نے عورت اور مرد کے درمیان تفریق قائم کی ہے اور یہ پہلو عمل، اخلاق اور کردار میں اس کی پختگی اور ان تمام امور کا جو معاشرے میں نیکی، سعادت اور اطمینان کا باعث ہے۔ یہ سب سے بڑی ذمہ داری ہے جس میں ان دونوں کو مساوی قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید نے عورت کے کردار کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا ہے اور اس پہلو میں ان دونوں کو برابر قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾[25]

(اور اہلِ ایمان مرد اور اہلِ ایمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں۔ وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت بجالاتے ہیں، ان ہی لوگوں پر اللہ عنقریب رحم فرمائے گا، بیشک اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے)۔

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ توحید، دینِ الٰہی کی اقامت، اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے، نیکی کا حکم دینے، اور دین میں برائیوں سے روکنے اور تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں ان کے دل محبت، الفت اور رحمت میں متحد ہیں[26]۔

اس سے اس امر کی توضیح ہوتی ہے کہ قرآن مجید نے بھلائی اور عمل میں اخلاص واحسان کی طرف دعوت دینے کے عمل میں عورت کو منع نہیں کیا۔ لہٰذا اگر کوئی یہ گمان کرے کہ یہ عمل صرف مردوں کے لیے ہے اور دعوت وارشاد کے اس بار کو صرف اکیلا مرد ہی اس بنیاد پر اٹھائے کہ وہ عورت سے مضبوط ہے تو یہ فکر صائب نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں کا میدان اس ضمن میں خاص ہے ان دونوں کے باہم تعاون اور مدد کے بغیر معاشرہ اور امتِ مسلمہ متوازن نہیں رہ سکتا جس کے بغیر معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا[27]۔

تمام مرد و عورت مکلّف ہونے اور ذمہ داری اٹھانے، اوامر و نواہی، حدود، تقدیر، حساب، جزا و سزا، وعدہ و وعید، توبہ اور معذرت پیش کرنے وغیرہ بہت سے امور میں جو قرآن مجید میں تفصیل سے وارد ہوئے ہیں، میں برابر ہیں۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[28]

(جو کوئی نیک عمل کرے (خواہ) مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے، اور انہیں ضرور ان کا اجر (بھی) عطا فرمائیں گے ان اچھے اعمال کے عوض جو وہ انجام دیتے تھے)۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مرد یا عورت میں سے جو بھی ایمان کی شرط کے ساتھ نیک کام کرے تو عنقریب اللہ تعالیٰ اسے اس دنیا میں اچھی زندگی عطا کرے گا اور آخرت میں اس کے اچھے اعمال کی بہترین جزاء دے گا۔

مفسرین نے ﴿ حَيَاةً طَيِّبَةً ﴾ کے مرادی معنی میں اختلاف کیا ہے کہ اس سے مراد صرف دنیاوی زندگی ہے یا محض اخروی زندگی یا اس سے دونوں مراد ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ حلال اور پاکیزہ رزق کو بھی شامل ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے مطابق یہ سعادت کو بھی شامل ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد دنیا میں عبادت ہے اور اس سے نیک اعمال کی توفیق بھی مراد لی گئی ہے[29]۔ اور حسنؒ نے فرمایا کہ کسی کی زندگی جنت میں ہی اچھی ہو سکتی ہے کیونکہ وہ زندگی موت کے بغیر ہے اور وہ ایسی غنا اور امیری ہے جس میں فقر کا اندیشہ نہیں اور وہ ایسی صحت پر مشتمل ہے جو میں بیماری نہیں اور وہ ایسی سعادت ہے جس میں بدبختی نہیں ہے[30]۔ اس سلسلہ میں درست بات یہ ہے کہ ﴿ حَيَاةً طَيِّبَةً ﴾ ان تمام ہی اقوال کو شامل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

" إِنَّ اللهَ تعالى لا يظْلِمُ المؤمِنَ حسَنَةً ، يُعْطَى علَيْها في الدنيا و يثابُ عليها في الآخِرَةِ ، وأمَّا الكافِرُ فيُطْعَمُ بِحَسَناتِهِ فِي الدنيا، حتى إذا أفضى إلى الآخرةِ لم تكنَ لَهُ حسنةٌ يُعطَى بِها خيرًا[31] "

(بے شک اللہ تعالیٰ کسی مومن کی نیکی کو کم نہیں کرتا۔ اسے دنیا میں اس پر عطا کیا جاتا ہے اور آخرت میں اسے اس پر ثواب دیا جاتا ہے جبکہ کافر کا معاملہ یہ ہے کہ اسے اس کی نیکیوں پر اسی دنیا میں بدلہ دیا جاتا ہے تو جب اسے آخرت کی طرف لے جایا جائے گا تو اس کے کھاتے میں کوئی نہیں ہوگی جس پر اسے جزاء دی جائے)۔ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ﴾[32]

(پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمالی (اور فرمایا:) یقیناً میں تم میں سے کسی محنت والے کی مزدوری ضائع نہیں کرتا خواہ مرد ہو یا عورت)۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عمل کرنے والے کے عمل کی کامل جزاء بغیر کسی کمی کے عطا کرے گا خواہ وہ عمل کرنے والا مرد ہو یا عورت[33]۔

امام شوکانیؒ نے آیت کے الفاظ﴿مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ﴾ کے بارے میں فرمایا یہ عورتوں کے بارے میں نص ہے ورنہ وہ الذین آمنوا و عملوا الصالحات کے عموم میں شامل ہیں[34]۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید مرد اور عورت کے درمیان عمل اور ثواب میں کوئی تفریق نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا﴾[35]

(اور جو کوئی نیک اعمال کرے گا (خواہ) مرد ہو یا عورت درآنحالیکہ وہ مومن ہے پس وہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی تِل برابر (بھی) حق تلفی نہیں کی جائے گی)۔

یعنی جو مومن بھی نیک عمل کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت، اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا اور اس کے اعمال کے اجر میں سے ذرہ برابر کمی نہیں کرے گا اور ایمان کی شرط اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ایمان کے بغیر اطاعت ہوتی ہی نہیں ہے[36]۔

۵۔ دینی حدود اور سزاؤں میں مساوات

حدود اور دنیوی سزاؤں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾(37)

(بدکار عورت اور بدکار مرد (اگر غیر شادی شدہ ہوں) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو (شرائطِ حد کے ساتھ جرمِ زنا کے ثابت ہو جانے پر) سو (سو) کوڑے مارو (جبکہ شادی شدہ مرد و عورت کی بدکاری پر سزا رجم ہے اور یہ سزائے موت ہے) اور تمہیں ان دونوں پر اللہ کے دین (کے حکم کے اجراء) میں ذرا ترس نہیں آنا چاہئے اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اور چاہئے کہ ان دونوں کی سزا (کے موقع) پر مسلمانوں کی (ایک اچھی خاصی) جماعت موجود ہو)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بھی زنا کا ارتکاب کرے خواہ مرد ہو یا عورت تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں[38]۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾(39)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے احکام بیان فرمائے ہیں جو لوگوں کا مال خفیہ طریقہ سے ہتھیا لیتا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ یہ اس کے اس غلط کام کی سزا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر اس کے لیے سزا ہے[40]۔ خلاصہ یہ کہ زنا اور چوری کا عمل کرنے والا خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کو بشرطِ ثبوت بغیر کسی تفریقِ جنس کے سزا دی جائے گی۔

قرآن مجید نے دیت کے معاملے میں بھی مرد و عورت کو مساوی شمار کیا ہے اس بناء پر مرد کو عورت کے بدلے اور عورت کو مرد کے بدلے میں قتل کی سزا دی جائے گی اللہ تعالیٰ نے تورات کے بیان کو قرآن مجید میں ذکر کیا ہے:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ﴾(41)

یعنی ہم نے تورات میں یہودیوں پر جان کے بدلے جان کے قصاص کو فرض قرار دیا خواہ وہ چھوٹا ہے یا بڑا مرد ہو یا عورت۔ اصول یہ ہے کہ ماقبل شرائع پر عمل کرنا ہمارے لیے واجب ہے جب تک کہ اس کے بارے میں نسخ وارد نہ ہو۔ حافظ ابنِ کثیر نے فرمایا کہ تمام ائمہ نے اس آیت کے عموم سے یہ استدلال کیا ہے کہ مرد عورت کے بدلے میں قتل کا سزاوار ہے[42]۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۖ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَىٰ بِالْأُنثَىٰ﴾[43]

آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَالْأُنثَىٰ بِالْأُنثَىٰ﴾ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورت اگر قتل کی مرتکب ہوتی ہے تو اسے اس کے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اور یہ درست ہے اور ایسے ہی نبی ﷺ کے فرمان سے بھی ثابت ہے: "و إنّ الرجل يقتل بالمرءة" (مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا)[44]۔

اس کی تائید ابن عباسؓ کے قول سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ عرب جاہلیت میں مرد کو عورت کے

قصاص میں قتل نہیں کرتے تھے لیکن وہ مرد کو مرد کے بدلے قتل کرتے تھے اور عورت کو عورت کے بدلے قتل کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ ، کو نازل کیا۔ تو قصاص میں جزاء کو جان اور اس سے کم یعنی اعضاء کے عمداً قتل کے بدلے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اور اسی طرح غلام مردوں اور عورتوں کو بھی آپس میں عمداً قتل نفس یا اس سے کم کے نقصان میں مساوی قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح ابی مالک سے روایت ہے کہ ---﴿وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ﴾ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾ سے منسوخ ہے[45]۔ اور علامہ صابونیؒ فرماتے ہیں کہ قصاص میں مماثلت اور برابری ہے یہاں تک کہ بغاوت، ظلم اور دشمنی نہ پھیل جائے[46]۔

لعان کی گواہیوں میں مساوات

قرآن مجید نے مرد اور زن کو لعان کی گواہی میں مساوی قرار دیا ہے اور لعان یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے اور اس تہمت پر اس کے پاس گواہ نہ ہوں جو اس کی بات کی تصدیق نہ کرے۔

اور لعان اصطلاح میں یہ ہے کہ خاوند چار مرتبہ اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کی سچائی پر قسم اٹھائے۔ اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر وہ اپنی تہمت میں جھوٹا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور اس پر حدِ قذف لاگو ہو گی۔ پھر بیوی چار مرتبہ قسم اٹھائے کہ اس کا خاوند اپنی تہمت میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے گی کہ اگر اس کا خاوند اپنی تہمت میں سچا ہو تو وہ غضبِ الٰہی کی مستحق ہو۔ اس پر وہ حدِّ زنا سے بری ہو جائے گی[47]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ٥ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ٥وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ٥ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾[48]

(اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے لیے سوائے اپنے اور کوئی گواہ نہیں تو ایسے شخص کی گواہی کی یہ صورت ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ بے شک وہ سچا ہے۔ اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہے۔ اور عورت کی سزا کو یہ بات دور کر دے گی کہ اللہ کو گواہ کر کے چار مرتبہ یہ کہے کہ بے شک وہ سراسر جھوٹا ہے۔ اور پانچویں مرتبہ کہے کہ بے شک اس پر اللہ کا غضب پڑے اگر وہ سچا ہے)۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی بیویوں کو بے حیائی اور زنا کی تہمت لگاتے ہیں اور رمی سے مراد زنا کی تہمت ہے[49]۔

﴿ لَعْنَتَ اللَّهِ ﴾ یعنی اس کا غضب اور انتقام۔ لعنت کی اصل معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی ہے اور لعان کو لعان اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں لعنت کا ذکر ہے[50]۔

اور ﴿ وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ اس سے دنیوی عذاب یعنی حد (کوڑے یا رجم) ساقط ہو جائے[51] جو کہ شریعت نے زانی مرد یا عورت کے لیے سزا کے طور پر ان آیات میں بیان کی گئی ہے۔ امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے

ہیں کہ شریعت نے لعان کو بیویوں کے لیے نافذ کیا ہے اجنبی عورتوں کے لیے نہیں اس کی دو وجوہات ہیں:

ا۔ اجنبی عورت کے زنا کرنے میں مرد کے پر کوئی عیب جوئی نہیں کی جاتی اس لیے مرد کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اس سلسلہ میں پردہ پوشی کرے جب کہ بیوی کے زنا کی صورت میں اس پر عیب اور برے نسب منسوب کیا جاتا ہے اس لیے اس پر صبر کرنے اس کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔

۲۔ مرد کے اپنی بیوی کے تعلق بارے یہ بات غالباً متعارف ہے کہ مرد بغیر حقیقت کے اپنی بیوی کو زنا کی تہمت نہیں لگاتا۔ تو جب خاوند بیوی پر زنا کی تہمت لگا لیتا ہے تو یہ زنا کی تہمت ہی اس کے سچے ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔ ہاں کیونکہ حال کی گواہی مکمل نہیں ہوتی اس لیے اس سے ایمان کی قوت کو تقویت دینے والے معاملہ (یعنی لعان) کے ساتھ اسے ملایا جاتا ہے[52]۔

کیفیتِ لعان اور اس کا طریقہ کار

مذکورہ بالا آیت لعان کی کیفیت اور اس کے طریقہ کار کو واضح طور پر بیان کرتی ہے۔ اور وہ طریقہ یہ ہے کہ خاوند آغاز میں چار مرتبہ یہ کہے گا کہ میں اللہ کے نام کی گواہی دے کر کہتا ہوں کہ میں اپنے اس دعوی میں سچا ہوں پھر اختتام میں پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر عورت چار مرتبہ کہے گی کہ میں اللہ کے نام کی گواہی دے کے کہے کہ اس کے خاوند نے جو زنا کی تہمت لگائی ہے وہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہے پھر اختتام میں پانچویں مرتبہ یہ کہے گا کہ اگر وہ خاوند سچوں میں سے ہو تو اس عورت پر اللہ کا غضب ہو۔

مذکورہ آیت کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ مرد سے پانچ مرتبہ سے کم میں لعان کا معاملہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور لعنت کو غضب سے تبدیل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اور اسی طرح عورت کی طرف سے پانچ مرتبہ سے کم لعان کے معاملہ کو قبول نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی غضب کو لعنت سے تبدیل کیا جائے گا۔ اور لعان کے معاملہ کا آغاز مرد سے ہو گا اور یہ جمہور فقہاء کا مذہب ہے[53]۔ یہی وہ کیفیت ہے جو لعان کے بارے میں قرآن مجید سے ماخوذ ہے۔

اور خاوند اور بیوی کے درمیان یہ مساوات تمام پہلوؤں سے ہے۔ اور یہی قرآن مجید کا حکم ہے اور اسی کی اس نے تاکید کی ہے۔ اس طرح کی مثال اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں ہمیں نہیں ملتی۔

قرآن مجید نے لعان کو ایک حکمت کے تحت لاگو کیا ہے اور وہ ازدواجی زندگی کی عزت کو محفوظ بنانا ہے کیونکہ مرد کے لیے اپنی بیوی کے خلاف زنا کی حالت میں چار گواہوں کو لانا ایک مشکل کام ہے اور اس کے لیے اس پر صبر کرنا بھی مشکل ہے۔ تو اس مشکل کے حل کے لیے اللہ تعالیٰ نے لعان کا حکم دیا ہے تاکہ خاوند اور بیوی کے لیے کوئی راستہ نکالا جا سکے۔ اور جہاں تک خاوند کا تعلق ہے تو اگر لعان کا حکم نہ دیا جاتا تو گواہوں کی عدم موجودگی پر خاوند پر حد قذف لگتی اور اگر لعان نہ ہوتا اور خاوند بیوی پر زنا کی تہمت لگاتا رہتا تو عورت پر غضب ہی ہوتا رہتا۔

شیخ محمد صابونیؒ نے اس بارے میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے لعان کا حکم دیا اور اپنے بندوں پر اس بے حیائی کی ستر پوشی کا ارادہ فرمایا۔ تو اگر لعان مشروع نہ ہوتا تو خاوند پر حدِ قذف لگتی حالانکہ اس کی سچائی ظاہر ہے اور عورت کے خلاف فتویٰ نہیں دیا جا سکتا کیونکہ دونوں ہی اس عیب اور بے عزتی میں شریک ہیں اگر محض مرد کی گواہیوں کا اعتبار ہوتا تو عورت پر حدِ زنا واجب ہو جاتی تو ان دونوں کے لیے حکمت اسی میں تھی کہ لعان مشروع ہوتا اور ان سے ان قسموں کی بنیاد پر سزا ساقط ہو جاتی[54]۔

مرد کی عورت پر قوامیت کا مفہوم

قرآن مجید نے جہاں مذکورہ امور میں عورت اور مرد کے درمیان مساوات قائم کی ہے وہاں اس نے مردوں کو عورتوں پر قوام بنایا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾(55)

(مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لیے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے)۔

یعنی مردوں کو عورتوں پر قیادت کا درجہ حاصل ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عقل، تدبیر عطا کی ہے اور انہیں کمانے اور نان نفقہ مہیا کرنے کی ذمہ داری خاص طور پر سونپی ہے۔اس اعتبار سے مردوں کو عورتوں کے معاملات کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے جیسا کہ حکمران اور خلفاء لوگوں کے تحفظ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور دیگر امور کی تدبیر کے ذمہ دار ہیں۔امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: "مردوں کو عقل اور تدبیر میں اضافہ کی وجہ سے ایک گونہ فضیلت حاصل ہے اسی بناء پر انہیں عورتوں کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مردوں کی طبیعت میں عورتوں کے مقابلے میں قوت زیادہ ہے کیونکہ مردوں کی طبیعت میں حرارت اور خشکی غالب ہے اس لیے اس میں قوت اور شدت ہوتی ہے جبکہ عورتوں کی طبیعت میں تری اور ٹھنڈک کا عنصر غالب ہوتا ہے اس طرح کی طبیعت میں کمزوری پائی جاتی ہے اس لیے مردوں کو عورتوں پر ضامن بنایا گیا ہے"(56)۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کے قوام ہونے کی دو حکمتیں بیان کیں ہیں:

۱۔ مرد من جملہ عورتوں سے افضل ہے مرد عورت سے جسمانی اور سمجھ بوجھ کے اعتبار سے مضبوط ہے۔ جیسا کہ مرد کو زندگی کے مختلف چیلنجز کا سامنا کرنے اور ان کے انجام پر دور اندیشی کی قوت حاصل ہے۔

۲۔ مرد کا عورت کا نفقہ اور اسے مہر، رہائش، لباس وغیرہ ضروریاتِ زندگی کی اشیاء کی فراہمی ہے اسی طرح اولاد کی بھی تمام ضروریاتِ زندگی کی ذمہ داری بھی اسی کے ذمہ ہے اس بناء پر بھی اسے فضیلت حاصل ہے(57)۔

اس کی تائید قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے قول سے بھی ملتی ہے جو انہوں اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا:

> "قوام مبالغہ کا لفظ ہے اور اس سے مراد مصالح، تدبیر اور تادیب کو قائم کرنے والا ہے اور اس کی دو وجوہات ہیں: ا۔ وہبی۔ ۲۔ کسبی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر کمالِ عقل کے ساتھ پیدا کرنے، اچھی تدبیر، علم و جسم میں وسعت، اور مختلف کاموں میں قوت کی زیادتی عطا کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ مرد نبوت، وراثت، نکاح کی ملکیت، تعددِ ازواج، طلاق کے اختیار سے نوازے گئے ہیں اور یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ اور کیونکہ وہ اپنے مال سے عورتوں کے نکاح میں مہر، نان و نفقہ اور دیگر امور کے ذمہ دار اور خرچ کرتے ہیں تو اس لحاظ سے یہ معاملہ کسبی ہے"(58)۔

اس طرح مرد عورت کے مقابلے میں پیدائشی، فطری اور دیگر محنت کے بل بوتے پر حاصل کی جانے والی صلاحیتوں کے اعتبار سے فضیلت رکھتا ہے۔ اور عدل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ذمہ داری کے کام اور عام ولایت کے معاملات اسی کے سپرد کیے جائیں۔ علماء نے مردوں کی عورت پر فضیلت کے بہت سے پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ جن میں سے یہ کہ انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام مردوں سے ہی مبعوث کیے گئے۔ امامت کبریٰ وصغریٰ بھی انہی کے ساتھ خاص ہے۔ جہاد اور حدود و قصاص میں گواہی،

اذان، خطبہ وغیرہ دیگر امور مردوں کے ساتھ خاص ہیں نہ کہ عورتوں کے ساتھ [59]۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا﴿بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾[60] نہ کہ (بما فضل علیهن) فرمایا۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ جنسِ مرد کی جنسِ عورت پر افضلیت ہے۔ مردوں کی یہ فضیلت انفرادی حیثیت سے نہیں ہے اسی لیے بہت سی ایسی عورتیں ہیں جو بعض مردوں پر دین اور علم و معرفت میں اور دیگر کئی امور میں فضیلت رکھتی ہیں۔

بعض علماء نے اس آیت کی تفسیر میں یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ عورت مرد سے ہے اور مرد عورت سے جسمِ واحد کی طرح ہے اور مرد اس جسم میں سر کی طرح ہے اور عورت باقی بدن کی مثل۔ اس طرح مرد اور عورت دونوں ایک ہی شئی ہیں مرد عورت کا بعض ہے جبکہ عورت مرد کا بعض۔ اس لیے یہ مناسب نہیں کہ ایک عضو کو دوسرے عضو پر فضیلت دی جائے کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنا خاص کام سرانجام دے رہا ہے کسی شخص پر یہ عیب نہیں کہ اس کا دل اس کے معدہ سے اور اس کا سر اس کے ہاتھ سے افضل ہو [61]۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ سورۃ النساء کی یہ آیت سورۃ البقرۃ کی آیت﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ﴾[62] کے اجمال کی تفصیل ہے۔

جس درجے کی فضیلت کی بات اس آیت میں ذکر کی گئی ہے یہ حکمران یا غلبہ کے درجہ کی فضیلت نہیں ہے بلکہ یہ گھر کی ریاست کا درجہ ہے جو خاوند اور بیوی کے درمیان قائم ہوتا ہے اس لیے عورت مرد سے اپنی زندگی کی ضروریات نان نفقہ وغیرہ کا مطالبہ کرتی ہے اور خاوند کے ذمہ اپنی بساط کے مطابق ان ضروریات کو پورا کرنا لازم ہے اس اعتبار سے مرد عورت پر قوام ہے اور اسے اس پر فضیلت حاصل ہے [63]۔ مرد اور عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہوگا کہ وہ کسی ایسی چیز کے حصول کی خواہش کریں جو کسی ایک کے ساتھ خاص کر دیئے گئے ہیں اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾[64]

(اور مت ہوس کرو اس فضیلت میں جو اللہ نے بعض کو بعض پر دی ہے، مردوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے، اور عورتوں کو اپنی کمائی سے حصہ ہے۔ اور اللہ سے اس کا فضل مانگو، بے شک اللہ کو ہر چیز کا علم ہے)۔

یہ آیت مرد اور عورت کے درمیان پائی جانے والی خصوصیات کے حصول کی خواہشات کے ساتھ خاص نہیں ہے جیسا کہ اس آیت کا شانِ نزول بتا رہا ہے۔

۱۔ مجاہدؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ مرد غزوات میں حصہ لیتے ہیں اور ہم نہیں لیتے اور ہمارے لیے تو وراثت میں آدھا حصہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾[65]“

۲۔ حضرت عکرمہؓ نے روایت کہ عورتوں نے جہاد کا سوال اٹھاتے ہوئے کہا کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ جہاد فرض کر دے تو

ہم بھی ویسا ہی اجر پائیں جیسا کہ مرد کو اجر ملتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾[(66)]۔

۳۔ قتادہؒ اور علامہ سدیؒ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾ نازل ہوا تو لوگوں نے کہا: "ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ ہمیں جس طرح میراث کے معاملہ میں عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے اسی طرح ہمیں عورتوں پر اجر بھی دوگنا حاصل ہو گا اور عورتوں نے کہا کہ ہمیں امید ہے کہ ہم پر آخرت میں مردوں کے مقابلے میں بوجھ اسی طرح نصف ہو گا جس طرح اس دنیا میں میراث میں ہمارا حصہ نصف ہے تو اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾"[(67)] نازل فرمائی۔

اس آیت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مرد عورتوں سے افضل ہیں وہ ان پر قوام اور تمام معاملاتِ زندگی کی تدبیر کرنے والے ہیں تو جب عورت کو یہ حق نہیں کہ وہ گھر کی ایک چھوٹی ریاست ضامن اور امیر ہو تو اس کو ملک کی سربراہی وغیرہ دیگر امور کی ولایت اور ذمہ داری کیسے سونپی جا سکتی ہے[(68)]۔

خلاصہ بحث

مندرجہ بالا سطور میں پیش کیے گئے مطالعہ کا ماحصل یہ ہے کہ:

۱۔ مرد و عورت کا وجود انسانی معاشرے کے قیام اور اس کی بقاء کے لیے ضروری ہے۔

۲۔ اسلام نے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کے بھی مستقل حقوق وضع کیے ہیں۔

۳۔ بہت سے امور میں عورت مرد کے مساوی ہے۔

۴۔ مرد کو عورت پر ایک درجہ فضیلت مرد کی پیدائشی اور فطری کیفیت اور فرائض مثلاً عورت کے نان نفقہ، رہائش اور دیگر ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کی بناء پر ہے۔

۵۔ مرد کے قوامیت من جملہ ہے لہٰذا کئی عورتوں کا واقع میں مردوں سے بہتر اور افضل ہونا آیت کی روح کے خلاف نہیں ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

---

[1] ۔ سورۃ الأعراف، ۷: ۸۹۔

[2] ۔ سورۃ النساء، ۴: ۱۔

[3] ۔ مراغی، احمد مصطفیٰ، تفسیر المراغی، (مصر: مصطفیٰ بابی حلبی، ۱۳۸۹ھ۔ ۱۹۶۹ء، ط ۴)، ۴، ۱۷۴۔

[4] ۔ایضاً۔

[5] ۔ایضاً

[6] ۔ایضاً، ۴ ، ۱۷۷ ، ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل (۷۷۴م)، تفسیر القرآن العظیم (دار احیاء الکتب العربیہ، عیسی البابی الحلبی)، ا، ۴۴۸، رازی، فخر الدین، محمد بن عمر (۶۰۶ھ)، مفاتیح الغیب، (بیروت: دار الفکر، ۱۳۹۸ھ ۔ ۱۹۷۸ء)، ۳، ۱۲۹۔

[7] ۔ سورۃ الروم، ۳۰ : ۲۱۔

[8] ۔ تفسیر القرآن العظیم، ۳، ۴۲۹، قرطبیؒ، علامہ، عبد اللہ بن محمد (۶۷۱ھ ۔ ۱۲۷۳ء)، الجامع لأحکام القرآن، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۶۷ء)، ۱۴، ۱۷۔

[9] ۔ سورۃ الحجرات، ۴۹: ۱۳۔۔

[10] ۔ تفسیر القرآن العظیم، ۴، ۲۱۷، بیضاوی، امام، عبد اللہ بن عمر (۷۹۱ھ)، انوار التنزیل واسرار التاویل، (مصر: مصطفیٰ بابی حلبی، ۱۹۴۸ء)، ۳، ۷۵۔

[11] ۔ شوکانی، محمد بن علی (۱۲۵۰ھ)، فتح القدیر الجامع بین فنّی الروایۃ والدرایۃ بالتفسیر، (مصر: مصطفیٰ بابی حلبی، ۱۳۴۹ھ، ط۱)

[12] ۔ سورۃ البقرۃ، 2:228۔

[13] ۔ طبری، محمد بن جریر، ابو جعفر، جامع البیان عن تأویل ای القرآن، (بیروت: دار الفکر، ۱۴۰۸ھ ۔ ۱۹۸۸ء)، ۴، ۵۳۳۔ دیکھیے: تفسیر قرطبیؒ، ۳، ۱۲۳۔

[14] ۔ سورۃ النساء، ۴: ۳۲۔

[15] ۔ دیکھیے: جامع البیان عن تأویل ای القرآن، ۲، ۹۵، ابن عربی، محمد بن عبد اللہ، امام، احکام القرآن، (مصر: مصطفیٰ بابی حلبی، ۱۹۵۸ء)، ا، ۴۱۳، تفسیر المراغی، ۵، ۲۳۔

[16] ۔ سید قطب، فی ظلال القرآن، (دار الشروق، ط۱۱، ۱۴۰۵ھ ۔ ۱۹۸۵ء)، ۲، ۶۴۵۔

[17] ۔ سورۃ الزلزال، ۹۹: ۷۔۸۔

[18] ۔ جامع البیان عن تأویل ای القرآن، ۳، ۲۶۷، پانی پتی، ثناء اللہ (۱۲۲۵ھ)، تفسیر مظہری، (کوئٹہ: بلوچستان بک ڈپو)، ا، ۳۲۴۔

[19] ۔ مفاتیح الغیب، ۸/ ۶۲/ ۴، الجامع لأحکام القرآن، ۲۰/ ۱۵۰۔

[20] ۔ سورۃ التحریم، ۶۶ : ۱۰۔۱۱۔

[21] ۔ الجامع لأحکام القرآن، ۱۸، ۲۰، تفسیر القرآن العظیم، ۴، ۳۹۳، تفسیر مظہری، ۹، ۳۴۷، ابو السعود، محمد بن عمادی (۹۵۱ھ)، ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم (بیروت: دار احیاء التراث العربی)، ۵، ۱۷۶۔

[22] ۔ شیخ محمود شلتوت، القرآن والمراۃ، ص: 383۔

[23] ۔ مسلم بن حجاج قشیری (۲۶۱ھ)، صحیح مسلم، (مصر: عیسیٰ بابی حلبی، ۱۳۷۵ھ ۔ ۱۹۵۵ء)، ترقیم: فؤاد عبد الباقی، حدیث: ۷۸۔

[24] ۔ ابن جوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر، (بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۳۷۵ھ ۔ ۱۹۶۵ء) ۲، ۱۵۔

[25] ۔ سورۃ التوبۃ، ۹: 71۔

26 ۔ فتح القدیر الجامع بین فنّی الروایۃ والدرایۃ بالتفسیر، ۲/۱۷۳ جامع البیان عن تأویل ای القرآن، ۱/۱۷۸، حجازی، ڈاکٹر محمود، التفسیر الواضح، (قاہرہ: دار التفسیر، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۱ء)۔

27 ۔ دیکھیے: بدوی، ڈاکٹر عبد اللطیف، مسوّیۃ المرأۃ فی الاسلام، ص: ۲۰۔

28 ۔ سورۃ النحل، 97:16۔

29 ۔ تفسیر القرآن العظیم، ۲/۵۸۵، فتح القدیر الجامع بین فنّی الروایۃ والدرایۃ بالتفسیر، ۳/۱۹۳،

30 ۔ صاوی، شیخ محمد صاوی مالکی، حاشیۃ الصاوی علی الجلالین، (مصر: عیسیٰ بابی حلبی)، ص: ۱۱۔

31 ۔ تفسیر القرآن العظیم، ۲/۵۷۵۔ اس ضمن میں ذکر کی گئی حدیث کے لیے دیکھیے: صحیح مسلم، باب: ۵۶۔

32 ۔ سورۃ ال عمران، 195:3۔

33 ۔ جامع البیان عن تأویل ای القرآن، ۴/۲۱۵۔

34 ۔ فتح القدیر الجامع بین فنّی الروایۃ والدرایۃ بالتفسیر، ۱/۴۱۴۔

35 ۔ سورۃ النساء، ۴: ۱۲۴۔

36 ۔ تفسیر قاسمی، ۵/۱۶۴، تفسیر المنار، ۵/۴۳۶۔

37 ۔ سورۃ النور، 2:24۔

38 ۔ تفسیر مظہری، ۶/۴۱۶ وما بعد، الجامع لأحکام القرآن، ۱۲/۱۵۹ وما بعد۔

39 ۔ سورۃ المائدۃ، ۵: ۳۸۔

40 ۔ فتح القدیر الجامع بین فنّی الروایۃ والدرایۃ بالتفسیر، ۲/۳۹، الجامع لأحکام القرآن، ۶/۱۵۲۔ جار اللہ، محمود بن عمر زمخشری، امام (۵۲۷ھ)، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجہ التاویل (بیروت: دار الکتاب العربی)، ۱/۴۸۷۔

41 ۔ سورۃ المائدۃ، ۵: ۴۵۔

42 ۔ جامع البیان عن تأویل ای القرآن، ۷/۲۵۷، الجامع لأحکام القرآن، ۶/۱۹۱۔ تفسیر القرآن العظیم، ۲/۴۷۔

43 ۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۱۷۸۔

44 ۔ شوکانی، نیل الأوطار، 7/۱۸، فتح القدیر الجامع بین فنّی الروایۃ والدرایۃ بالتفسیر، ۱/۱۷۵، الجامع لأحکام القرآن، ۲/۲۴۸۔

45 ۔ جامع البیان عن تأویل ای القرآن، ۲/۱۰۳-۱۰۴، الجامع لأحکام القرآن، ۲/۲۲۶، تفسیر القرآن العظیم، ۱/۲۰۹۔

46 ۔ حقی، شیخ اسماعیل (1137ھ)، روح البیان، (دار الاحیاء التراث العربی، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء، ط۷)، ۱/۱۹۴۔

47 ۔ المعجم الوسیط (تہران: انتشارات امیر خسرو، ط۳)، ۲/۸۲۹، فقہ السنۃ، (کویت: دار البیان، ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸)، ۲/۳۱۶۔

48 ۔ سورۃ النور، ۲۴: ۶-۹۔

49 ۔ الجامع لأحکام القرآن، ۱۲/۱۷۲۔

50 ۔ صابونی، شیخ محمد علی، روائع البیان فی تفسیر ایات الأحکام (بیروت: دار الفکر) ۲/۸۷۔ زحیلی، وھبہ، ڈاکٹر، الفقہ الاسلامی وادلتہ (بیروت: دار الفکر، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء)۔

51 ۔ روائع البیان، ۲, ۴۷، معجم الوسیط، ا, ۲۶۷۔

52 ۔ مفاتیح الغیب، ۶, ۲۳۵۔۲۳۶۔

53 ۔ روائع البیان، ۲, ۸۸، نظامی، رانا صابر، آزادی عورت (لاہور: ادارہ تفہیم الاسلام)، ص: ۱۵۸۔

54 ۔ روائع البیان، ۲, ۸۲۔۸۳۔

55 ۔ سورۃ النساء، ۴: ۳۴۔

56 ۔ الجامع لأحکام القرآن، ۱۶۹/۵۔

57 ۔ ملاحظہ کیجیے: مفاتیح الغیب، ا/۲۱۵، احکام القرآن لابن العربی، 1/۴۱۶۔

58 ۔ تفسیر مظہری، ۲, ۹۷۔

59 ۔ الکشاف، ۵, ۵۰۵، تفسیر القاسمی، ۳, ۱۳۰۔

60 ۔ فتح القدیر الجامع بین فنّی الروایۃ والدرایۃ بالتفسیر، ا/۴۶۰۔

61 ۔ روائع البیان فی تفسیر ایات الأحکام، ا, ۱۲۰، شلتوت، شیخ محمود، الاسلام عقیدۃ و شریعۃ (مصر: دار الشروق، ۱۴۱۴ھ, ۱۹۸۵ء)، ص: ۱۵۷۔

62 ۔ سورۃ البقرۃ، 2:228۔

63 ۔ احکام القرآن لابن العربی، 1/۴۱۶۔

64 ۔ سورۃ النساء، 4:32۔

65 ۔ نیشاپوری، علی بن احمد واحدی (۴۶۸ھ)، اسباب النزول، (مصر: مصطفیٰ بابی حلبی، ۱۳۸۷ھ, ۱۹۶۸ء ط ۳)، ص: ۱۱۰۔

66 ۔ ایضاً۔

67 ۔ ایضاً

68 ۔ تفسیر المنار (دار الفکر، ۱۳۹۳ھ, ۱۹۷۳ء، ط، ۲) ۲, ۵۷۳۔